

اسلامی نظام معاشرت

اصول و ارکان

تنظیم معاشرت کے سلسلہ میں سب سے اہم سوال، جیسا کہ ہم کسی دوسرے موقع پر بیان کر چکے ہیں، صنفی میلان کو انتشار عمل سے روک کر ایک ضابطہ میں لانے کا ہے۔ کیونکہ اسکے بغیر تمدن کی شیرازہ بندی ہی نہیں ہو سکتی، اور اگر ہو بھی جائے تو اس شیرازے کو بچھرنے اور انسان کو شدید اخلاق و ذہنی انحطاط سے بچانے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ اس غرض کے لیے اسلام نے عورت اور مرد کے تعلقات کو مختلف حدود کا پابند کر کے ایک مرکز پر سمیٹ دیا ہے۔

عمرات سب سے پہلے اسلامی قانون ان تمام مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لیے حرام کرتا ہے جو باہم مل کر رہنے یا نہایت قریبی تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں، مثلاً ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن، پھوپھی اور بھتیجا، چچا اور بھتیجا، خالہ اور بھانجا، ماموں اور بھانجی، ماسوتیلہ باپ اور بیٹی، ماسوتیلی ماں اور بیٹا، ساس اور داماد، خسر اور بہو، سالی اور بہنوئی (دہن کی زندگی میں)، اور رضاعی رشتہ دار (سورہ نساء - رکوع ۴)۔ ان تعلقات کی حرمت قائم کر کے انکو صنفی میلان سے اس قدر پاک کر دیا گیا ہے کہ ان رشتوں کے مرد اور عورت یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ ایک دوسرے کی جانب کوئی صنفی کشش کھنکھتی ہیں (بجز ایسے خبیث طبیعت پہائم کے جنکی سمیت کسی اخلاقی ضابطہ کی حد میں رہنا قبول نہیں کرتی)۔ حرمت زنا اس حد بندی کے بعد دوسری قید یہ لگائی گئی کہ ایسی تمام عورتیں بھی حرام ہیں جو باغفل کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہوں (وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ) (سورہ نساء: ۴)

ان کے بعد جو عورتیں باقی بچتی ہیں ان کے ساتھ ہر قسم کے ضابطہ صنفی تعلق کو حرام کر دیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الَّذِينَ فِي إِلَهَائِهِمْ مَا كَانَتْ فَوَاحِشَةً زنا کے پاس بھی نہ پھینکو کیونکہ وہ بے حیائی ہے اور

وَسَاءَ سَبِيلاً۔ (بنی اسرائیل: ۴۰) بہت برا راستہ ہے۔

نکاح | اس طرح حدود و قیود لگا کر صنفی انتشار کے تمام راستے بند کر دیے گئے۔ مگر انسان کی حیوانی سرشت کے

اقتضار اور کارخانہ قدرت کے مقرر طریقہ کو جاری رکھنے کے لیے ایک دروازہ کھولنا بھی ضرور تھا، سو وہ دروازہ

نکاح کی صورت میں کھولا گیا، اور کہہ دیا گیا کہ اس ضرورت کو تم پورا کرو، مگر منتشر اور بے ضابطہ تعلقات میں

نہیں، چوری چھپے بھی نہیں، کھلے بندوں بے حیائی کے طریقہ پر بھی نہیں، بلکہ باقاعدہ اعلان و اظہار کے ساتھ

تاکہ تمہاری سوسائٹی میں یہ بات معلوم اور تسلیم ہو جا کر فلاں مرد اور عورت ایک دوسرے کے ہو چکے ہیں۔

وَاجِلَ لَكُمْ مَا وَسَاءَ ذِكْرُنَا ان ان عورتوں کے سوا جو عورتیں ہیں، تمہارے لیے

تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ حلال کیا گیا کہ تم اپنے اموال کے بدلے میں دہر دیکیں

..... فَأَنْكَحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ اُنْ إِحْصَانٍ (نکاح) کا باضابطہ تعلق قائم کرو نہ کہ آزاد

..... مُحْصِنَاتٍ غَيْرِ مُسَفِحَاتٍ وَلَا شہوت رانی کا..... پس ان عورتوں کے متعلقین

مَتَّحِدَاتٍ أَخْدَانِ (النساء: ۴) کی رضامندی سے ان کے ساتھ نکاح کرو..... اس طرح

کہ وہ قید نکاح میں ہوں نہ یہ کہ کھلے بندوں یا چوری چھپے آشنائی کرنے والیاں۔

یہاں اسلام کی شان اعتدال دیکھیے کہ جو صنفی تعلق دائرہ ازدواج کے باہر حرام اور قابل نفرت

نفاذ ہی دائرہ ازدواج کے اندر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، اگر ثواب ہے، اسکو اختیار کرنے کا حکم دیا

جاتا ہے، اس سے اجتناب کرنے کو ناپسند کیا جاتا ہے اور زوجین کا ایسا تعلق ایک عبادت بن جاتا ہے

حتیٰ کہ اگر عورت اپنے شوہر کی جائز خواہش سے بچنے کے لیے نفل روزہ رکھ لے، یا نماز و تلاوت میں

مشغول ہو جائے تو وہ الٹی گنہگار ہوگی۔ اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند حکیمانہ اقوال ملاحظہ ہوں۔

تم کو نکاح کرنا چاہیے کیونکہ وہ آنکھوں کی شرارت سے روکنے اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے کی بہترین تدبیر ہے۔ اور جو شخص تم سے نکاح کی قدرت نہ رکھتا ہو اس کو روزہ رکھنا چاہیے کیونکہ روزہ شہوت کو دبائے والا ہے۔

بخدا کہ میں خدا سے ڈرنے اور اس کی ناراضی سے بچنے میں تم سب سے بڑھ کر ہوں، مگر مجھے دیکھو کہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور راتوں کو سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی

کرتا ہوں یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ سے اجتناب کرے اس کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔

عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کے اذن کے بغیر نفل روزہ نہ رکھے۔

جو عورت اپنے شوہر سے اجتناب کر کے اس سے الگ رات گزارے اس پر ملائکہ لعنت بھیجتے ہیں

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھنے اور اس کے حسن سے متاثر ہو تو اپنی بیوی کے پاس چلا جائے کیونکہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اس کے پاس تھا

علیکم بالباعة فانہ اغضت
للبر و احصر. للفرج فمن لم يستطع
منکم الباعة فعليه بالصوم فان الصوم
له وجاء (الترمذی ابواب النکاح)۔ وفي هذا

المعنی حدیث فی کتاب النکاح للبخاری

وَاللّٰهُ اِنِّيْ لَا خَشَاكُمِ لِلّٰهِ وَاَتَقَاكُمْ
لَهُ لَكُنِيْ صَوْمٌ وَاَفْطَرٌ وَاَصْلِيْ وَاِرْقَدٌ
وَاَنْزَوْجِ النِّسَاءِ فَمَنْ مَّرَّ بِعَنْ عَرَبِيٍّ سُنِّيٍّ
فَلْيَسْمِنِيْ (بخاری کتاب النکاح)

لَا تَصُومُ الْمَرْأَةُ وَدَعَلَهَا شَاهِدٌ
إِلَّا بَاذِنَهُ رِجَالِيْ بَابُ صَوْمِ الرَّأَةِ بِإِذْنِ زَوْجِهَا
اِذَا بَايَعْتَ الْمَرْأَةَ مَهَاجِرَةً قَرَأَتْ
زَوْجَهَا الْعَنْتَهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تَرْجِعَ۔
(بخاری کتاب النکاح)
جب تک کہ وہ رجوع نہ کرے۔

اِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ امْرَأَةً وَاَعْجَبْتَهُ
فَلِيَّاتِ اَهْلِهِ فَاِنْ مَعَهَا مِثْلُ الَّذِي
مَعَهَا (ترمذی)۔ باب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَرَى
الْمَرْأَةَ فَتَعْجِبُهُ

ان تمام احکام و ہدایات سے شریعت کا منشا یہ ہے کہ صنفی انتشار کے تمام دروازے محدود و محدود کی جائیں، زوجی تعلقات کو دائرہ ازدواج کے اندر محدود کیا جائے، اس دائرہ کے باہر جس حد تک ممکن ہو کسی قسم کی صنفی تحریکات نہ ہوں، اور جو تحریکات خود طبیعت کے اقتضایا اتفاقی حوادث سے پیدا ہوں ان کی تسکین کے لیے ایک مرکز بنا دیا جائے۔ عورت کے لیے اس کا شوہر اور مرد کے لیے اسکی بیوی۔

اس طرح انسان تمام غیر طبعی اور خود ساختہ میجانات اور انتشار عمل سے بچ کر اپنی مجتمع قوت (Conserved energy) کے ساتھ نظام تمدن کی خدمت کرے، اور وہ صنفی محبت اور کشش کا مادہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کارخانے کو چلانے کے لیے ہر مرد و عورت میں پیدا کیا ہے، تمام تر ایک خاندان کی تخلیق اور اس کے استحکام میں صرف ہو۔ ازدواج ہر حیثیت سے پسندیدہ کیونکہ وہ فطرت انسانی اور فطرت حیوانی دونوں کے منشا اور قانون الہی کے مقصد کو پورا کرتا ہے، اور ترک ازدواج ہر حیثیت سے ناپسندیدہ، کیونکہ وہ دو برائیوں میں سے ایک برائی کا حامل ضرور ہوگا، یا تو انسان قانون فطرت کے منشا کو پورا ہی نہ کرے گا اور اپنی قوتوں کو فطرت لڑنے میں ضائع کر دیگا، یا پھر وہ اقتضائے طبیعت سے مجبور ہو کر غلط اور ناجائز طریقوں سے اپنی خواہشات کو پورا کرے گا۔

خاندان کی تنظیم | صنفی میلان کو خاندان کی تخلیق اور اسکے استحکام کا ذریعہ بنانے کے بعد اسلام خاندان کی تنظیم کرتا ہے، اور یہاں بھی وہ پورے توازن کے ساتھ قانون فطرت کے ان تمام پہلوؤں کی رعایت ملحوظ رکھتا ہے جن کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ عورت اور مرد کے حقوق متعین کرنے میں جس طرح عدل و انصاف اس نے ملحوظ رکھا ہے، اسکی تفصیلات میں نے ایک الگ مضمون میں بیان کی ہیں جو حقوق الزوجین کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اسکی طرف مراجعت کرنے سے آپکو معلوم ہو جائیگا کہ دونوں صنفوں میں جس حد تک مساوات قائم کی جاسکتی تھی وہ اسلام نے قائم کر دی ہے۔ لیکن اسلام اس مساوات کا قائل نہیں ہے جو قانون فطرت کے خلاف ہو۔ انسان ہونے کی حیثیت سے جیسے حقوق مرد کے

ہیں ویسے ہی عورت کے ہیں۔ لَقَرَبَّ مَثَلُ الَّذِي عَلَيْنَهُنَّ بِا۔ لیکن زوج فاعل ہونے کی حیثیت سے جو ذاتی تفضیلت (بمعنی عزت نہیں بلکہ معنی غلبہ و تقدم) مرد کو حاصل ہے، وہ اس نے پورے انصاف کے ساتھ مرد کو عطا کی ہے: وَاللَّيَالِي عَالِيَهُنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ: ۲۸) اس طرح عورت اور مرد میں فاضل اور مفضول کا فطری تعلق تسلیم کر کے اسلام نے خاندان کی تنظیم حسبِ میل قواعد پر کی ہے۔

مرد کی قوامیت | خاندان میں مرد کی حیثیت قوام کی ہے، یعنی وہ خاندان کا حاکم ہے، محافظ ہے، اخلاق اور معاملات کا نگران ہے، اسکی بیوی اور بچوں پر اسکی اطاعت فرض ہے (بشرطیکہ وہ اللہ اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دے)، اور اس پر خاندان کے لیے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔

مرد عورتوں پر قوام ہیں اُس تفضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے، اور اس بنا پر کہ وہ اُن پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ
بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا
أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (النساء: ۷)

مخرج کرتے ہیں۔

مرد اپنے بیوی بچوں پر حکمراں ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

الرِّجَالُ رَاعٍ عَلَىٰ أَهْلِهِ وَهُوَ
مَسْئُولٌ (بخاری باب قوا انفسكم واهليكم
نار۔ کتاب النکاح)

صالح بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار اور اللہ کی توفیق سے شوہروں کی غیر موجودگی میں ان کے

فَالصُّلِحَاتُ قَنِيئَاتٌ حَفِظَتْ
بِالْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (النساء: ۷)

ناموس کی محافظ ہیں۔

بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجْتَ الْمَرْأَةَ

من بینہا ونز وجہا کارہ لعنہا کل
ملك فی السماء وکل شیء مرّت علیہ
غیر الجن والانس حتی ترجع (کشف الغم)
بھیجتی ہے تا وقتیکہ وہ واپس نہ ہو۔

شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے تو آسمان
کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور جن وانس کے
سوا ہر وہ چیز جس پر وہ گزرتی ہے، اس پر پھینکا

وَاللّٰی تَخَافُوْنَ نُشُورَهُمْ
فَعِظُوهُمْ وَاهْجُرُوهُمْ فِی الْمَضَاجِعِ
وَاضْرِبُوهُمْ فَاِنْ اطَعْتُمْ فَلَا تَبْغُوا
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا (النساء: ۶)
کے لیے کوئی بہانہ نہ نکالو۔

اور جن بیویوں سے تم کو مکرشی و نافرمانی کا خوف
ہو ان کو نصیحت کرو، (نہ مابین تو) خوابگاہوں میں
ان سے ترک تعلق کرو، (پھر بھی باز نہ آئیں تو) مارو۔
پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان پر زیادتی کرنے

وَ قَالَ الْبَنی صِلْم لَا طَاعَةَ لِمَنْ
لَمْ یَطْعِ اللّٰهَ (رواہ احمد من حدیث معاذ)
وَلَا طَاعَةَ لِمَنْ عَصَبَةَ اللّٰهَ (رواہ احمد
من حدیث عدنان بن حصین) اِنَّمَا الطَّاعَةُ
فِی الْمَعْرُوفِ (بخاری کتاب الاحکام)

بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص خدا کی
اطاعت نہ کرے اسکی اطاعت نہ کی جائے۔ اللہ کی
نافرمانی میں کسی شخص کی فرمائرواری نہیں کی جاسکتی
فرمائرواری صرف امر معروف میں ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ
حَسَنًا فَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ
مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا
(العنکبوت: ۲۹)

اور ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین
کے ساتھ ادب سے پیش آئے لیکن اگر وہ تجھ کو حکم دیں
کہ میرے ساتھ کوئی شریک ٹھیرائے جسکے لیے تیرے

پاس کوئی دلیل ہی نہیں ہے تو اس باب میں ان کی اطاعت نہ کر۔

اس طرح خاندان کی تنظیم اس طور پر کی گئی ہے کہ اس کا ایک سر و ہر اور صاحب امر ہو۔ جو شخص

اس نظم میں خلل ڈالنے کی کوشش کرے اس کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وعید ہے کہ

من افسد امرأة على زوجها
فليس متا (کشف الغمّة)
جو کوئی کسی عورت کو تعلقات اسکے شوہر سے خراب کرے
کوشش کرے اس کا ہم سے کچھ تعلق نہیں۔

عورت کا دائرہ عمل اس تنظیم میں عورت کو گھر کی ملکہ بنایا گیا ہے۔ کسب مال کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ہے، اور اس مال سے گھر کا انتظام کرنا اس کا کام ہے۔

المراة راعية على بيت زوجها
وہی مسئلہ۔ (بخاری باب قوا انفسکم واهلیکم ناراً)
عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی
حکومت کے دائرے میں اپنے عمل کے لیے جوابدہ ہے۔

اس کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھتے ہیں
۔ اس پر نماز جمعہ واجب نہیں (ابوداؤد۔ باب الطبعۃ للملک والمرأة)

اس پر جہاد بھی فرض نہیں اگرچہ بوقت ضرورت وہ مجاہدین کی خدمت کے لیے جاسکتی ہے
جیسا کہ آگے چل کر تحقیق بیان ہوگا۔

اس کے لیے جنازوں کی شرکت بھی ضروری نہیں بلکہ اس سے روکا گیا ہے (بخاری۔
باب اتباع النصار الجنائزہ)

اس پر نماز باجماعت اور مسجدوں کی حاضری بھی لازم نہیں کی گئی۔ اگرچہ چند پابندیوں کے
ساتھ مسجدوں میں آنے کی اجازت ضروری گئی ہے لیکن اس کو پسند نہیں کیا گیا (ابوداؤد۔ باب
ما جارنی خروج النصار الی المساجد)

اس کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی۔ (ترمذی۔ باب ما جاء فی
کراہیۃ ان تسافر المرأۃ وحدها۔ و ابوداؤد باب المرأۃ تنج بغیر محرم)

غرض ہر طریقہ سے عورت کے گھر سے نکلنے کو ناپسند کیا گیا ہے اور اس کے لیے قانون

اسلامی میں پسندیدہ صورت یہی ہے کہ وہ گھر میں رہے جیسا کہ آیت وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ سَلَامًا
منشأ ہے۔ لیکن اس باب میں زیادہ سختی اس لیے نہیں کی گئی کہ بعض حالات میں عورتوں کے لیے
گھر سے نکلنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک عورت کا کوئی سر دھرانہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ
محافظ خاندان کی مفلسی، قلت معاش، بیماری معذوری یا اور ایسے ہی وجوہ سے عورت باہر کام
کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ایسی تمام صورتوں کے لیے قانون میں کافی گنجائش رکھی گئی ہے چنانچہ حدیث میں:

لے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواج مطہرات کے لیے خاص ہے کیونکہ آیت کی ابتدا یا
نِسَاء النبی سے کی گئی ہے۔ لیکن اس پوری آیت میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں سے کوئی ہدایت ایسی ہے
جو اہمات مومنین کے ساتھ خاص ہو؟ فرمایا گیا ہے ”اگر تم پر منیر گار ہو تو دبی زبان سے لگاؤٹ کے انداز میں
کسی سے بات نہ کرو تاکہ جس شخص کے دل میں کھوٹ ہو وہ تمہارے متعلق کچھ امیدیں اپنے دل میں نہ پال
لے۔ جو بات کرو سیدھا سادے انداز میں کرو۔ اپنے گھروں میں جی بیٹھی رہو۔ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار نہ
کرتی پھرو نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور کر دے“
ان ہدایات پر غور کیجیے۔ ان میں کوئی چیز ہے جو عام مسلمان عورتوں کے لیے نہیں ہے؟ کیا مسلمان عورتیں پر منیر گار
نہ بنیں؟ کیا وہ غیر مردوں سے لگاؤٹ کی باتیں کیا کریں؟ کیا وہ جاہلیت کے سے بناؤ سنگھار کرتی پھریں؟ کیا وہ نماز و زکوٰۃ
اور اطاعت خدا و رسول سے انحراف کریں؟ کیا اللہ تعالیٰ ان کو گندگی میں رکھنا چاہتا ہے؟ اگر یہ سب ہدایات سب
مسلمان عورتوں کے لیے عام ہیں تو صرف وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ ہی کو ازدواج نبی کے لیے خاص کرنے کی کیا وجہ ہو؟
در اصل غلط فہمی صرف اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ آیت کی ابتدا میں لوگوں کو یہ الفاظ نظر آئے کہ ”اے نبی“
کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں۔ لیکن یہ انداز بیان بالکل اس طرح کا ہے جیسے کسی شریف بچے سے کہا جائے کہ
”تم کوئی عام بچوں کی طرح تو ہو نہیں کہ بازاروں میں پھرو اور بہودہ حرکات کرو، تمہیں تمیز سے رہنا چاہیے“ ایسا کہنوسے
مقصود نہیں ہوتا کہ دوسرے بچوں کی طرح بازاری پن اور بے ہودہ حرکات پسندیدہ ہیں اور خوش تمیزی ان کے حق میں مطلوب نہیں
(تقریباً صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ ہو)

فتداذن الله لکن ان تمنح جن
 لحواء مجکن (بخاری) - باب خروج النساء لحواء مجکن
 وفي هذا المعنى حديث في صحيح المسلم باب اباحة
 الخروج للنساء لقضاء حاجته الانسان

مگر اس قسم کی اجازت جو محض حالات اور ضروریات کی رعایت سے دی گئی ہے، اسلامی نظام
 معاشرت کے اس قاعدہ میں ترمیم نہیں کرتی کہ عورت کا دائرہ عمل اس کا گھر ہے۔ یہ تو محض ایک وسعت
 اور رخصت ہے، اور اس کو اسی حیثیت میں رہنا چاہیے۔

ضروری پابندیاں | بالغ عورت کو اپنے ذاتی معاملات میں کافی آزادی بخشی گئی ہے، مگر اس کو اس
 حد تک خود اختیاری عطا نہیں کی گئی جس حد تک بالغ مرد کو عطا کی گئی ہے۔ مثلاً۔

مرد اپنے اختیار سے جہاں چاہے جاسکتا ہے۔ لیکن عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ
 یا بیوہ، ماہر حال میں ضرورت ہے کہ سفر میں اس کے ساتھ ایک محرم ہو۔

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ بلکہ اس سے حسن اخلاق کا ایک معیار قائم کرنا مقصود ہے تاکہ ہر وہ بچہ جو شریف بچوں کی طرح رہنا چاہتا ہو
 اس معیار پر پہنچنے کی کوشش کرے قرآن میں توں کے بیوی طریق اس لیے اختیار کیا گیا کہ عرب جاہلیت کی عورتوں میں ویسی ہی آزادی تھی جیسی
 اس وقت یورپ میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے بتدریج انکو اسلامی تہذیب کا نوگر بنا یا جا رہا تھا اور ان کے یہ اخلاقی
 حدود اور ضابطہ معاشرت کی قیود مقرر کی جا رہی تھیں۔ اس حالت میں اہل ایمان کی زندگی کو خاص طور پر منضبط کیا گیا
 تاکہ وہ دوسری عورتوں کے لیے نمونہ بن جائیں اور عام مسلمانوں کے گھروں میں ان کے طریقوں کی تقلید کی جائے۔

ٹھیک ہی را علامہ ابو بکر حصص نے اپنی کتاب احکام القرآن میں ظاہر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ”یہ حکم اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آپ کی بیویوں کے حق میں نازل ہوا ہے مگر اسکی مراد عام کس میں آپ کے سب مسلمان شریک ہیں کیونکہ ہم آپ کی بیوی پر مامور ہیں
 اور وہ سب احکام جو آپ کے لیے نازل ہوئے ہیں، ہمارے لیے بھی ہیں بجز ان امور جنکے متعلق تصریح ہے کہ وہ آپ کے لیے خاص
 ہیں“ (جلد سوم - صفحہ ۲۵۵)

کسی عورت کے لیے جو اللہ اور یوم آخر
پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں کہ وہ تین دن یا
اس سے زیادہ کا سفر کرے بغیر اس کے کہ اس
کے ساتھ اس کا باپ یا بھائی یا شوہر یا بیٹا یا کوئی
اور محرم مرد ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ ہے کہ حضور نے فرمایا عورت
ایک دن رات کا سفر نہ کرے جب تک کہ اس
کے ساتھ کوئی محرم مرد نہ ہو۔

اور حضرت ابو ہریرہ سے یہ بھی روایت ہے
کہ حضور نے فرمایا کسی مسلمان عورت کے لیے
حلال نہیں کہ ایک رات کا سفر کرے تا وقتیکہ
اس کے ساتھ ایک محرم مرد نہ ہو۔

لا یحیل لامرأة تو من بالله
والیوم الآخر ان تسافر سفلاً یكون
ثلاثة ايام فضا عداً الا ومعها ابوها
او اخوها او نزوجها او ابنها او ذو
محرم منها۔

وعن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم
انه قال لا تسافر المرأة مسیرة
یوم وليلة الا ومعها محرم۔ والعمل
على هذا عند اهل العلم (ترمذی۔

باب ما جاء فی کراهیة ان تسافر المرأة وحدها)
وعن ابی ہریرة ایضاً انه صلعم
قال لا یحیل لامرأة مسلمة تسافر
مسیرة ليلة الا ومعها رجل ذو حرمة
منها (ابوداؤد۔ باب فی المرأة تخرج بغیر محرم)

ان روایات میں جو اختلاف مقدار سفر کی تعیین میں ہے وہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ
در اصل ایک دن یا دو دن کا سوال اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ اہمیت صرف اس امر کی ہے کہ عورت
کو تنہا نقل و حرکت کرنے کی ایسی آزادی نہ دی جائے جو موجب فتنہ ہو۔ اسی لیے حضور نے
مقدار سفر معین کرنے میں زیادہ اہتمام نہ فرمایا، اور مختلف حالات میں وقت اور موقع کی
رعایت سے مختلف مقدار میں ارشاد فرمائیں۔

مرد کو اپنے نکاح کے معاملہ میں پوری آزادی حاصل ہے۔ مسلمان یا کتابیہ عورتوں میں سے جس کے ساتھ چاہے وہ نکاح کر سکتا ہے، اور لونڈی بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن عورت اس معاملہ میں کلینتہ خود مختار نہیں ہے۔ وہ کسی غیر مسلم سے نکاح نہیں کر سکتی:-

لَا هَتَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ (المستحنة: ۲) نہ یہ ان کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ ان کے لیے حلال۔

وہ اپنے غلام سے بھی تمتع نہیں کر سکتی۔ قرآن میں جس طرح مرد کو لونڈی سے تمتع کی اجازت دی گئی ہے اُس طرح عورت کو نہیں دی گئی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت نے ماملکت ایمانکھ کی غلط تاویل کر کے اپنے غلام سے تمتع کیا تھا۔ آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے یہ معاملہ صحابہ کی مجلس شوریٰ میں پیش کیا اور سب نے بالاتفاق فتویٰ دیا کہ فقہا اللہ تاولت کتاب اللہ غیر تاویلہ (اس نے کتاب اللہ کو غلط معنی پہنائے) ایک عورت نے حضرت عمرؓ سے ایسے ہی ایک فعل کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو سخت سزا دی اور فرمایا لو۔ تزال الحرب بخیر ما منعت نساؤھا۔ یعنی عرب کی بھلائی اسی وقت تک ہے جب تک اس کی عورتیں محفوظ ہیں۔ (کشف الغمہ للشعرانی)

غلام اور کافر کو چھوڑ کر "احرار اسلام" میں سے عورت اپنے لیے شوہر کا انتخاب کر سکتی ہے، لیکن اس معاملہ میں بھی اس کے لیے اپنے باپ، دادا، بھائی اور دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ اولیاء کو یہ حق نہیں کہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کر دیں، کیونکہ ارشاد نبوی ہے کہ الا یمرا حق بنفسہا من ولیہا اور لا تنکح البک حتی تستاذن۔ مگر عورت کے لیے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی رائے

سے لڑکی اپنے معاملہ میں فیصلہ کرنے کا حق اپنے ولی سے زیادہ رکھتی ہے۔
 لے باکرہ لڑکی کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔

کے خلاف جس کے ساتھ چاہے نکاح کر لے۔ اسی لیے قرآن مجید میں جہاں مرد کے نکاح کا ذکر ہے وہاں نکح یتکحوا کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی خود نکاح کر لینے کے ہیں، مثلاً وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ - مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ اور فَانكِحُوا ذَوَاتِ اَهْلِيكُمْ مِنْكُمْ (النور: ۲) اپنی بے شوہر عورتوں کے نکاح کر دو۔ اور وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا (بقرہ: ۲۴) اپنی عورتوں کے نکاح مشرکین سے نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح شادی شدہ عورت اپنے شوہر کی تابع ہے اسی طرح غیر شادی شدہ عورت اپنے خاندان کے ذمہ دار مردوں کی تابع ہے، اور تابعیت اس معنی میں نہیں ہے کہ اس کے لیے ارادہ و عمل کی کوئی آزادی نہیں، یا اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں، بلکہ اس معنی میں ہے کہ نظام معاشرت کو اختلال و برہمی سے محفوظ رکھنے اور خاندان کے اخلاق و معاملات کو اندرونی و بیرونی فتنوں سے بچانے کی ذمہ داری مرد پر ہے، اور اس نظم کی خاطر عورت پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ جو شخص اس نظم کا ذمہ دار ہو اس کی اطاعت کرے، خواہ وہ اس کا شوہر ہو، یا باپ یا بھائی۔

عورت کے حقوق | اس طرح اسلام نے بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کو ایک فطری حقیقت تسلیم کرنے کے ساتھ ہی لِلرِّجَالِ عَلَيْهِمْ دَرَجَةٌ کی بھی ٹھیک ٹھیک تعیین کر دی ہے۔ عورت اور مرد میں حیاتیات اور نفسیات کے اعتبار سے جو فرق ہے اس کو وہ بعینہ قبول کرتا ہے، جتنا فرق ہے اُسے جوں کا توں برقرار رکھتا ہے، اور جیسا فرق ہے اسی

کے لحاظ سے ان کے مراتب اور وظائف مقرر کرتا ہے۔

اس کے بعد ایک اہم سوال عورت کے حقوق کا ہے۔ ان حقوق کی تعیین میں اسلام نے تین باتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

ایک یہ کہ مرد کو جو حاکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کی خاطر دیے گئے ہیں ان سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے، اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق عملاً نوٹڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔

دوسرے یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع ہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کے حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر سے بہتر انجام دے سکے۔

تیسرے یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو، مگر اس کی ترقی اور کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مرد بنانا تو اس کا حق ہے، مانہ مردانہ زندگی کے لیے اس کو تیار کرنا اس کے اور نظام تمدن کے لیے مفید ہے اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کامیاب ہو سکتی ہے۔

مذکورہ بالا تینوں امور کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھ کر اسلام نے عورتوں کو جیسے وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیے ہیں، اور عزت و شرف کے جو بلند مراتب عطا کیے ہیں، اور ان حقوق و مراتب کی حفاظت کے لیے اپنی اخلاقی اور قانونی ہدایات میں جیسی پابندار ضمانتیں مہیا کی ہیں ان کی نظیر دنیا کے کسی قدیم و جدید نظام معاشرت میں نہیں ملتی۔

معاشی حقوق سب سے اہم اور ضروری چیز جس کی بدولت تمدن میں انسان کی منزلت قائم ہوتی ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اپنی منزلت کو برقرار رکھتا ہے، وہ اُس کی معاشی حیثیت کی مضبوطی ہے۔

اسلام کے سوا تمام قوانین نے عورت کو معاشی حیثیت سے کمزور کیا ہے اور یہی معاشی بے بسی معاشرے میں عورت کی غلامی کا سب سے بڑا سبب بنی ہے۔ یورپ نے اس حالت کو بدلنا چاہا، مگر اس طرح کہ عورت کو ایک مکمانے والا فرد بنا دیا۔ یہ ایک دوسری عظیم تر خرابی کا سبب بن گیا۔ اسلام بیچ کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ عورت کو وراثت کے نہایت وسیع حقوق دیتا ہے۔ باپ سے، شوہر سے، اولاد سے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے اسکو وراثت ملتی ہے۔ نیز شوہر سے اسکو مہر بھی ملتا ہے اور ان تمام ذرائع سے جو کچھ مال اس کو پہنچتا ہے اس میں ملکیت اور قبض و تصرف کے پورے حقوق اسے دیے گئے ہیں جن میں مداخلت کرنے کا اختیار نہ اس کے باپ کو حاصل ہے، نہ شوہر کو، نہ کسی کو۔ مزید برآں اگر وہ کسی تجارت میں روپیہ لگا کر یا خود محنت کر کے کچھ کمائے تو اسکی مالک بھی کلیتہً وہی ہے۔ اور ان سب کے باوجود اس کا نفقہ ہر حال میں اسکے شوہر پر واجب ہے۔ بیوی خواہ کتنی ہی مالدار ہو، اس کا شوہر اس کے نفقہ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس طرح اسلام میں عورت کی معاشی حیثیت اتنی مستحکم ہو گئی ہے کہ بسا اوقات وہ مرد سے زیادہ بہتر حال میں ہوتی ہے۔

تمدنی حقوق (۱) عورت کو شوہر کے انتخاب کا پورا حق دیا گیا ہے۔ اسکی مرضی کے خلاف یا اسکی رضامندی کے بغیر کوئی شخص اسکا نکاح نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ خود اپنی مرضی سے کسی مسلم کے ساتھ نکاح کرے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ البتہ اگر اسکی نظر انتخاب کسی ایسے شخص پر پڑے جو اس کے خاندان کے مرتبہ (Social status) سے گرا ہوا ہو تو صرف اس صورت میں اس کے اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔

۲۔ وراثت میں عورت کا حصہ مرد مقابلہ میں نصف رکھا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ عورت کو نفقہ اور مہر کے حقوق حاصل ہیں جن سے مرد محروم ہے۔ عورت کا نفقہ صرف اسکے شوہر ہی پر واجب نہیں ہے، بلکہ شوہر نہ ہونے کی صورت میں باپ، بھائی بیٹے یا دوسرے اولیاء پر اسکی کفالت واجب ہوتی ہے۔ پس جب عورت پر وہ ذمہ داریاں نہیں ہیں جو مرد پر ہیں، تو وراثت میں اس کا حصہ بھی نہ ہونا چاہیے جو مرد کا ہے۔

(۲) ایک ناپسندیدہ یا ظالم یا ناکارہ شوہر کے مقابلہ میں عورت کو خلع اور فسخ و تفریق کے وسیع حقوق دیے گئے ہیں۔

(۳) شوہر کو بیوی پر جو اختیارات اسلام نے عطا کیے ہیں ان کے استعمال میں حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے وَعَاشِرَ وَهْتِ بِاللَّعْرُوفِ (عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو)۔ اور وَلَا تَنسُوا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (اور آپس کے تعلقات میں فیاضی کو نہ بھول جاؤ)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیار کم خیار کم للنساء والطفہم مباحلہ (تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ لطف اور مہربانی کا سلوک کرنے والے ہیں)۔ یہ محض اخلاقی ہدایات ہی نہیں ہیں۔ اگر شوہر اپنے اختیارات کے استعمال میں ظلم سے کام لے تو عورت کو قانون سے مدد لینے کا حق حاصل ہے۔

(۴) بیوہ اور مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کو جنکے نکاح از روئے قانون فسخ کیے گئے ہوں یا جنکو حکم تفریق کے ذریعے سے شوہر سے جدا کیا گیا ہو نکاح ثانی کا غیر مشروط حق دیا گیا ہے اور اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ ان پر شوہر سابق یا اس کے کسی رشتہ دار کا کوئی حق باقی نہیں۔ یہ وہ حق ہے جو آج تک یورپ اور امریکہ کے بیشتر ممالک میں بھی عورت کو نہیں ملا ہے۔

(۵) دیوانی اور فوجداری کے قوانین میں عورت اور مرد کے درمیان کامل مساوات قائم کی گئی ہے۔ جان و مال اور عزت کے تحفظ میں اسلامی قانون عورت اور مرد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز نہیں کرتا۔

عورتوں کی تعلیم | عورتوں کو دینی اور دنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی گئی ہے بلکہ انکی تعلیم و تربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے جس قدر مردوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین و اخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی کرتی تھیں۔ آپ نے ان کے لیے اوقات معین

فرما دیے تھے جن میں وہ آپ سے علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوتی تھیں۔ آپ کی ازواج مطہرات، اور خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہ صرف عورتوں کی، بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ و تابعین ان سے حدیث تفسیر اور فقہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اشراف تو درکنار انبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوٹڈیوں تک کو علم اور ادب سکھانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ

ایما رجل کانت عنده ولیدة فعلمها
جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسکو خوب
فاحسن تعلیمها وادبها فاحسن تادیبها
تعلیم دے اور عمدہ تہذیب شایستگی سکھائے، پھر اس کو
ثم اعتقها وتزوجها فله اجران (بخاری کتاب النکاح)
آزاد کر کے اس سے شادی کرے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔

پس جہاں تک نفس تعلیم و تربیت کا تعلق ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے۔ البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم و تربیت وہ ہے جو اسکو ایک بہترین بیوی، بہترین ماں اور بہترین گھروالی بنائے۔ اس کا دائرہ عمل گھر ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ اسکو ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہیے جو اس دائرے میں اُسے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکتے ہوں۔ مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لیے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اور اسکے اخلاق کو سنوارنے والے اور اسکی نظر کو وسیع کرنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کے لیے لازم ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی ہو، اور ان علوم کے علاوہ دوسرے علوم و فنون کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام اسکی راہ میں مزاحم نہیں ہے، بشرطیکہ وہ ان حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کے لیے مقرر کیے ہیں۔

عورت کا اصلی اٹھان (emancipation) یہ تو صرف حقوق کا ذکر ہے۔ مگر اس کے اس احسان عظیم کا اندازہ

ہنیں کیا جاسکتا جو اسلام نے عورت پر کیا ہے۔ انسانی تمدن کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے کہ عورت کا وجود دنیا میں ذلت، شرم اور گناہ کا وجود تھا۔ بیٹی کی پیدائش باپ کے لیے سخت عیب و موجب ننگ عار تھی۔ سرسری رشتے ذلیل

رشتے سمجھے جاتے تھے، حتیٰ کہ سکس اور سولے کے الفاظ اسی جاہلی تخیل کے تحت آج تک گالی کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ بہت سی قوموں میں اسی ذلت بچنے کے لیے لڑکیوں کو قتل کر دینے کا رواج ہو گیا تھا۔ جہلا تو درکنار علما اور پیشوایان مذاہب تک میں مدتوں یہ سوال زیر بحث رہا کہ آیا عورت انسان بھی ہے یا نہیں؟ اور خدا نے اس کو روح بخشی ہے یا نہیں؟ ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لیے بند تھا۔ بودہ میں عورت سے تعلق رکھنے والے کے لیے نروان کی کوئی صورت نہ تھی۔ مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی مبنی اور ذمہ دار تھی۔ یونان میں گھروالیوں کے لیے نہ علم تھا نہ تہذیب ثقافت تھی اور حقوق مذہبیت۔ یہ چیزیں جس عورت کو ملتی تھیں وہ زندگی ہوتی تھی۔ روم اور ایران اور چین اور مصر اور تہذیب انسانی کے دوسرے مرکزوں کا حال بھی قریب قریب ایسا ہی تھا۔ صدیوں کی مظلومی و محکومی اور عالمگیر حقارت برتاؤ نے خود عورت کے ذہن میں بھی عزت نفس کا احساس مٹا دیا تھا۔ وہ خود بھی اس امر کو بھول گئی تھی کہ دنیا میں وہ کوئی حق لے کر پیدا ہوئی ہے یا اس کے لیے بھی عزت کا کوئی مقام ہے۔ مرد اس پر ظلم و ستم کرنا اپنا حق سمجھتا تھا، اور وہ اس ظلم کو سہنا اپنا فرض جانتی تھی۔ غلامانہ ذہنیت اس حد تک اس میں پیدا کر دی گئی تھی کہ وہ فخر کے ساتھ اپنے آپ کو شوہر کی ”ڈا سی“ کہتی تھی، ”پتی ورتا“ اس کا دھرم تھا، اور پتی ورتا کے معنی یہ تھے کہ شوہر اس کا معبود اور دیوتا ہے۔

لہٰذا قرآن اس جاہلی ذہنیت کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کرتا ہے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنثَىٰ أَظْلًا وَجْهًا
 مَسْوُودًا وَهُوَ كَظِيمٍ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ
 مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ
 أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ (النحل: ۵۸)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرہ پر کلونس چھا جاتی ہے اور وہ ہنر کا سا گھونٹ پانی کر رہ جاتا ہے۔ اس خبر سے جو شرم کا دلخیز اس کو لگ گیا ہے اس کے باعث لوگوں سے منہ چھپاتا

پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت کے ساتھ بیٹی کو لیے رہوں یا مٹی میں دبا دوں۔

اس ماحول میں جس نے نہ صرف قانونی اور عملی حیثیت سے بلکہ ذہنی حیثیت سے بھی ایک انقلاب عظیم برپا کیا وہ اسلام ہے۔ اسلام نے عورت اور مرد دونوں کی ذہنیتوں کو بدل لیا ہے۔ عورت کی عزت اور اسکے حق کا تخمینہ ہی انسان کے دماغ میں اسلام کا پیدا کیا ہوا ہے۔ آج حقوق نسواں اور بیداری انات کے جو انقلاب آپ من رہے ہیں، یہ سب اسی انقلاب انگیز صدی کی یادگشت ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بلند ہوئی تھی، اور جس نے افکار انسانی کا رخ ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جنہوں نے دنیا کو تباہ یا کہ عورت بھی ویسی ہی انسان جیسا مرد کے خَلْقُكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النساء-۱) اللہ نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی کی جنس کے جوڑ کو پیدا کیا۔ خدا کی نگاہ میں عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبْنَ (النساء- ۵)

مرد جیسے عمل کریں ان کا پھل وہ پائیں گے اور عورتیں جیسے عمل کریں ان کا پھل وہ پائیں گی۔

ایمان اور عمل صالح کے ساتھ روحانی ترقی کے جو درجات مرد کو مل سکتے ہیں وہی عورت کے لیے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ مرد اگر ابراہیم ادہم بن سکتا ہے تو عورت کو بھی رابعہ بصریہ بننے سے کوئی شے نہیں روک سکتی ہے۔

فَأَسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذُكِّرَ أَوْ أُنثِيَ بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ (البقرہ- ۲۵)

انکے رب نے انکی دعا کے جواب میں فرمایا کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے کی جنس سے ہو۔

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (النساء- ۱۸)

اور جو کوئی بھی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت، مگر ہو ایمان دار، تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر ترقی برابر ظلم نہ ہوگا۔

پھر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، جنہوں نے مرد کو بھی خبردار کیا، اور عورت میں بھی یہ احساس پیدا کیا کہ جیسا کہ حقوق عورت پر مرد کے ہیں ویسے ہی مرد پر عورت کے ہیں۔

كَمَنْ مِّثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ (البقرہ - ۲۸)

عورت پر جیسے فرائض ہیں ویسی ہی اسکے حقوق بھی ہیں۔

بھروہ محمد علی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ہے جس نے ذلت اور عار کے مقام اٹھا کر عورت کو عزت کے مقام پر پہنچایا۔ وہ حضور ہی ہیں جنہوں نے باپ کو بتایا کہ بیٹی کا وجود تیرے لیے ننگ نہیں ہے بلکہ اس کی پرورش اور اس کی حق رسانی تجھے جنت کا مستحق بنا تی ہے۔

من عال جاریتین حتی تبلغا یوم القیمة انا و هو
ختم اصابعہ (مسلم - کتاب البر والصلة والادب)

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ گئیں، تو قیامت کے روز میں اور وہ اس طرح آئینگے جیسے میرے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔

جسے ہاں لڑکیاں پیدا ہوں اور وہ اچھی طرح انکی پرورش کرے تو یہی لڑکیاں اس کے لیے دوزخ سے آڑ بن جائیں گی۔

من ابنتی من البنات یسئلی فاحسن البیت
کنت لہ سترا من النار (مسلم کتاب بنی کور)

حضور ہی نے شوہر کو بتایا کہ نیک بیوی تیرے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہے۔

دنیا کی نعمتوں میں بہترین نعمت نیک بیوی ہے۔

خیر متاع الدنیا المرآة الصالحة (نسائی کتاب النکاح)

دنیا کی چیزوں میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب عورت اور شوہر ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حبیب الی من الدنیا النساء والطیب و
جعل قرۃ عینی فی الصلوة (نسائی کتاب عشرة انا)

دنیا کی نعمتوں میں کوئی چیز نیک بیوی سے بہتر نہیں

لیس من متاع الدنیا شیء افضل من المرآة

- ۴ -

الصالحۃ (ابن ماجہ - کتاب النکاح)

حضور ہی بیٹے کو بتایا کہ خدا اور رسول کے بعد سب سے زیادہ عزت اور قدر و منزلت اور حسن سلوک

کی مستحق تیری ماں ہے۔

ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ مجھ پر حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں؟ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا تیرا باپ۔

سأل رجل یا رسول اللہ من احق بحسن صحابی
قال امک قال ثم من قال امک قال ثم

من قال امک قال ثم من قال ابوک -
(بخاری کتاب الادب)

اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔

ان اللہ حرم علیکم عقوق الایمہات -
(بخاری - کتاب الادب)

حضور ہی نے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کیا کہ جذبات کی فراوانی، اور حسیات کی نزاکت، اور انتہا پسندی کی جانب میل و انعطاف عورت کی فطرت میں ہے۔ اسی فطرت پر اللہ نے اس کو پیدا کیا، اور یہ انوثت کے لیے عیب نہیں اس کا حق ہے۔ تم اس سے جو کچھ بھی فائدہ اٹھا سکتے ہو اس فطرۃ پر قائم رکھ کر ہی اٹھا سکتے ہو۔ اگر اس کو مردوں کی طرح بیدھا اور سخت بنانے کی کوشش کرو گے تو اسے توڑ دو گے۔

الملائحة كالضلع ان اقمتمھا کسرتھا وان استمتعت بھا استمتعت بھا و فہا عوج۔
(بخاری - باب مداراة النساء)

اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے اور درحقیقت آخری شخص ہیں جنہوں نے عورت کی نسبت نہ صرف مرد کی، بلکہ خود عورت کی اپنی ذہنیت کو بھی بدل دیا اور جاہلی ذہنیت کی جگہ ایک نہایت صحیح ذہنیت پیدا کی جس کی بنیاد جذبات پر نہیں بلکہ خالص عقل اور علم پر تھی۔ پھر اپنے باطنی اصلاح ہی پر اکتفا نہ فرمائی بلکہ قانون کے ذریعہ سے عورتوں کے حقوق کی حفاظت، اور مردوں کے ظلم کی روک تھام کا بھی انتظام کیا اور عورتوں میں اتنی بیداری پیدا کی کہ وہ اپنے جائز حقوق کو سمجھیں اور ان کی حفاظت کے لیے قانون سے مدد لیں۔

سرکار رسالت مآب کی ذات میں عورتوں کو ایک ایسا رحیم و شفیق حامی اور ایسا زبردست محافظ مل گیا تھا کہ اگر ان پر ذرا سی بھی زیادتی ہوتی تو وہ شکایت لے کر بے تکلف حضور کے پاس دوڑ جاتی تھیں، اور مرد اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں انکی بیویوں کو آنحضرت تک شکایت لے جانیکا موقع نہ مل جائے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان ہے کہ جب تک حضور زندہ رہے ہم اپنی عورتوں سے بات کرنے میں احتیاط کرتے تھے کہ مبادا ہمارے حق میں کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ جب حضور نے وفات پائی تب ہم نے کھل کر بات کرنی شروع کی (بخاری باب الوصاة بالنساء)۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور نے بیویوں پر دست درازی کرنے کی عام ممانعت فرمادی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے شکایت کی کہ عورتیں بہت شوخ ہو گئی ہیں، ان کو مطیع کرنے کے لیے مارنے کی

اجازت ہونی چاہیے۔ اپنے اجازت دیدی۔ لوگ نہ معلوم کب سے بھرے بیٹھے تھے۔ جس روز اجازت ملی اسی روز ستر عورتیں اپنے گھروں میں بیٹھی گئیں۔ دوسرے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر فریادی عورتوں کا ہجوم ہو گیا۔ سرکار نے لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا، خطبہ دینے کھڑے ہوئے، اور فرمایا۔

لقد طاف اللیة بال محمد سبعون امرأة
 آج محمد کے گھروالوں کے پاس ستر عورتوں نے چکر لگایا

کل امرأة تشتکی زوجها فلا تجد من اولئک
 ہر عورت اپنے شوہر کی شکایت کر رہی تھی۔ جن لوگوں نے

یہ حرکت کی ہے وہ تم میں ہرگز اچھے لوگ نہیں ہیں۔

اسی اخلاقی اور قانونی اصلاح کا نتیجہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں عورت کو وہ بلند حیثیت حاصل ہوئی جسکی نظردنیا کی کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی۔ مسلمان عورت دنیا اور دین میں ماؤسی، عقلی اور روحانی حیثیات سے عزت اور ترقی کے اُن بلند سے بلند مدارج تک پہنچ سکتی ہے جن تک مرد پہنچ سکتا ہے، اور اُس کا عورت ہونا کسی مرتبہ میں بھی اسکی راہ میں حائل نہیں ہے۔ آج اس بیسویں صدی میں بھی دنیا اسلام سے بہت پیچھے ہے۔ افکار انسانی کا ارتقاء اب بھی اُس مقام تک نہیں پہنچا ہے جس پر اسلام پہنچا ہے۔ مغرب نے عورت کو جو کچھ دیا ہے عورت کی حیثیت سے نہیں دیا بلکہ مرد بنا کر دیا ہے۔ عورت درحقیقت اب بھی اُسکی نگاہ میں ویسی ہی ذلیل ہے جیسی پرانے دور جاہلیت میں تھی۔ گھر کی ملکہ، شوہر کی بیوی، بچوں کی ماں، ایک اصلی اور حقیقی عورت کے لیے اب بھی کوئی عزت نہیں۔ عزت اگر ہے تو اُس مرد مؤنث کے لیے ہے جو جسمانی حیثیت سے تو عورت مگر دماغی اور ذہنی حیثیت سے مرد ہو اور تمدن و معاشرت میں مرد ہی کا کام کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ انوثت کی عزت نہیں، رجولیت کی عزت ہے۔ پھر پستی اور دنائت کے احساس (inferiority complex) کا کھلا ہوا مظاہرہ یہ ہے کہ مغربی عورت مردانہ لباس فخر کے ساتھ پہنتی ہے، حالانکہ کوئی مرد نہ مانہ لباس پہنکر برسرِ عام آنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔ بیوی بننا لاکھوں مغربی عورتوں کے نزدیک موجب ذلت ہے، حالانکہ شوہر بننا کسی مرد نزدیک ذلت کا موجب نہیں۔ مردانہ کام کرنے میں عورتیں عزت محسوس کرتی ہیں حالانکہ خانہ داری

اور پرورش اطفال جیسے خالص زنانہ کاموں میں کوئی مرد عزت محسوس نہیں کرتا۔ پس بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ مغرب نے عورت کو بحیثیت عورت ہونے کے کوئی عزت نہیں دی ہے۔ یہ کام اسلام اور صرف اسلام نے کیا ہے کہ عورت کو تمدن و معاشرت میں اُسکے فطری مقام ہی پر رکھ کر عزت و شرف کا مرتبہ عطا کیا، اور صحیح معنوں میں انوثت کے درجہ کو بلند کر دیا۔ اسلامی تمدن عورت کو عورت اور مرد کو مرد رکھ کر دونوں سے الگ الگ وہی کام لیتا ہے جبکہ یہ فطرت نے اسکو بنایا ہے، اور پھر ہر ایک کو اسکی جگہ پر ہی رکھتے ہوئے عزت اور ترقی اور کامیابی کے یکساں مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ اُسکی نگاہ میں انوثت اور رجولیت دونوں انسانیت کے ضروری اجزاء ہیں۔ تعمیر تمدن کے لیے دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔ دونوں اپنے اپنے دائرے میں جو خدمات انجام دیتے ہیں وہ یکساں مفید اور یکساں قدر کے مستحق ہیں۔ نہ رجولیت میں کوئی شرف ہے نہ انوثت میں کوئی ذلت۔ جس طرح مرد کے لیے عزت اور ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ مرد رہے اور مردانہ خدمات انجام دے، اُسی طرح عورت کے لیے بھی عزت اور ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ وہ عورت رہے اور زنانہ خدمات انجام دے ایک صالح نظام تمدن کا کام یہی ہے کہ وہ عورت کو اس کے فطری دائرہ عمل میں رکھ کر پورے انسانی حقوق دے، عزت اور شرف عطا کرے، تعلیم و تربیت سے اسکی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو چمکائے اور اسی دائرے میں اس کے لیے ترقیوں اور کامیابیوں کی راہیں کھولے۔